آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی وجانی قربانیوں میں حصہ لیں گی

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی و جانی قربانیوں میں حصہ لیں گی

(خواتین سے خطاب)

(فرمودہ ۱۶؍اپریل ۱۹۴۹ء برموقع پہلا جلسہ سالانہ منعقدہ ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جیسا کہ کل سے آپ سن رہی ہوں گی یہ جلسہ درحقیقت ربوہ کے افتتاح کا جلسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہمیں قادیان کچھ عرصہ کے لئے چھوڑنا پڑا ہے اور ہمارے لئے ضرورت ہے کہ جماعتی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ہم کوئی عارضی مقام بنائیں جہاں سلسلہ کے مرکز کے طور پر دنیا میں اشاعت اسلام کے کام کو جاری رکھ سکیں۔ عارضی انتظام ہونے کی وجہ سے ہمیں ہر ایک چیز باہر سے لانی پڑتی ہے۔ ربوہ میں تو درحقیقت مٹی کا دیا بھی نہیں مل سکتا مگر لاؤڈ سپیکروں کے کام کے لئے بجلی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ لاہور سے بجلی کے انجن منگوائے گئے اور لاہور ہی سے لاؤڈ سپیکر لائے گئے بلکہ مزدور تک باہر سے لانے پڑے ہیں اور بعض دفعہ وہ کام چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اِس لئے کام ہوتے ہوتے رُک جاتا ہے۔ شامیانے وغیرہ بھی لاہور سے آئے ہیں، قناتیں بھی لاہور سے آئی ہیں بلکہ جو لوگ کام کر رہے ہیں وہ بھی لاہور سے آئے ہیں، کھانا کھلانے والی لڑکیاں اور عورتیں بھی لاہور سے آئی ہیں، وہ خاکروب جو صفائی کرتے ہیں ان میں سے بھی کچھ لاہور سے آئے ہیں، پانی بھرنے والے سقے اِردگرد کے علاقوں سے منگوائے گئے ہیں۔ پس یہاں کی درحقیقت کوئی بھی چیز نہیں اِس وجہ سے انتظام میں خرابیوں کا ہو جانا کوئی بعید بات نہیں بلکہ خرابیوں کا ہونا لازمی ہے اور اگر کوئی اچھی بات ہو تو وہ

اتفاقی ہوگی۔

پس اِس جلسہ کی غرض اور اہمیت آپ لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔ یہ جلسہ تقریروں کے لئے نہیں ہے۔ حج ہر سال ہوتا ہے مگر وہاں کوئی تقریر نہیں ہوتی لیکن ساری دنیا سے مسلمان ہزاروں ہزار میل چل کر خانۂ کعبہ کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ ہر سال دو تین لاکھ حاجی وہاں جمع ہو جاتا ہے اور اِس دو تین لاکھ کے مجمع کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ عرفات چلے گئے، وہاں سے مزدلفہ روانہ ہو گئے، مزدلفہ سے منیٰ آ گئے اور پھر پتھروں کے بنے ہوئے ایک مکان کے اِردگرد چکر لگائے، قربانیاں کیں اور کام ختم ہو گیا۔ ساڑھے چار ہزار سال سے کعبہ کی بنیاد پڑی ہے اور یہ وہ بنیاد ہے جو ابراہیمی ہے۔ بالکل غالب ہے کہ خانہ کعبہ اِس سے بھی پہلے کا ہو اور قرین قیاس یہی ہے کیونکہ قرآنِ کریم کی بعض آیتوں سے یہی نکلتا ہے کہ خانہ کعبہ پہلے سے تھا لیکن اگر اِس امر کو نظر انداز کر دو تب بھی ساڑھے چار ہزار سال سے ہزاروں ہزار میل کے فاصلہ سے لوگ وہاں جاتے اور ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ اب تک بھی وہاں ریل نہیں بنی اور وہاں کی زمین کی یہ حالت ہے کہ جس قسم کی ریتلی زمین یہاں ہے یہ اُس کے مقابلہ میں شاہی سڑکوں سے کم حیثیت نہیں رکھتی۔ جدہ سے مکہ جاتے ہوئے جس قسم کے میدانوں سے گذرنا پڑتا ہے اُسے دیکھ کر یہ پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ سڑک کونسی ہے، جنگل کونسا ہے اور میدان کونسا ہے۔ یہاں تو شیڈ بنا دیئے گئے ہیں مگر وہاں سائے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ اونٹ چلانے والے رات کو کسی جگہ اونٹ بٹھا دیتے ہیں اور اُن اونٹوں کے پاس ہی کچھ اونٹوں کی سواریاں، کچھ اونٹ چلانے والے اور کچھ اَور لوگ جو سمجھتے ہیں کہ اگر ہم ان کے ساتھ مل گئے تو ڈاکو ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے، اکٹھے ہو جاتے ہیں اور ریت پر سر رکھ کر سو جاتے ہیں۔ پھر جو گرد و غبار یہاں اُڑ رہا ہے وہاں کوئی دوسرا شخص پاس سے گذرے تو گرد و غبار کی وجہ سے نظر بھی نہیں آتا مگر باوجود اِس کے ہزاروں سال تک لوگوں نے ہنسی ہنسی اور خوشی خوشی اِن تکالیف کو برداشت کیا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی مرضی کو پورا کر رہے ہیں۔

آپ لوگوں کو تو صرف ایک سال اِس کا تجربہ ہوا ہے اگلے سال شاید یہ نعمت آپ لوگوں کو میسر نہ آئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں مرکز قائم ہو گیا تو اگلے سال بہت سی سہولتیں میسر

آ جائیں گی مگر وہ سہولیں جسم کی ہوں گی روح کی نہیں۔ روح کی سہولتیں ہمیشہ خدا تعالیٰ کی راہ میں تکالیف اُٹھانے سے ہی میسر آتی ہیں۔

انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں تو اُن کے ابتدائی ایام میں جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہی بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ وہ لوگ تھے جو بڑے سمجھے جاتے تھے مگر ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو آرام زیادہ میسر آتا تھا بلکہ ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ تھی کہ دین کی خاطر اِنہوں نے دوسروں سے زیادہ تکلیفیں برداشت کی تھیں۔ حضرت طلحہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا اور ایک گروہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے مارنے والوں سے ہمیں بدلہ لینا چاہیے تو اس گروہ کے لیڈر حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ تھے۔ لیکن دوسرے گروہ نے کہا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ چکا ہے آدمی مراہی کرتے ہیں، سرِ دست ہمیں تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنا چاہیے تاکہ اسلام کی شوکت اور اس کی عظمت قائم ہو بعد میں ہم اِن لوگوں سے بدلہ لے لیں گے اِس گروہ کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے الزام لگایا کہ علیؓ اُن لوگوں کو پناہ دینا چاہتے ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے۔ اور حضرت علیؓ نے الزام لگایا کہ اِن لوگوں کو اپنی ذاتی غرضیں زیادہ مقدم ہیں اسلام کا فائدہ ان کے مدنظر نہیں۔ گویا اختلاف اپنی انتہائی صورت تک پہنچ گیا اور پھر آپس میں جنگ بھی شروع ہوئی ایسی جنگ جس میں حضرت عائشہؓ نے لشکر کی کمان کی۔ آپ اونٹ پر چڑھ کر لوگوں کو لڑواتی تھیں اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اِس لڑائی میں شامل تھے۔ جب دونوں فریق میں جنگ جاری تھی ایک صحابی حضرت طلحہؓ کے پاس آئے اور اُن سے کہا۔ طلحہؓ! تمہیں یاد ہے فلاں موقع پر میں اور تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طلحہؓ! ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم اَور لشکر میں ہو گے اور علیؓ اَور لشکر میں ہو گا اور علیؓ حق پر ہو گا اور تم غلطی پر ہو گے۔ حضرت طلحہؓ نے یہ سنا تو اُن کی آنکھیں

کھل گئیں اور اُنہوں نے کہا ہاں ! مجھے یہ بات یاد آ گئی ہے اور پھر اُسی وقت لشکر سے نکل کر چلے گئے۔ جب وہ لڑائی چھوڑ کر جا رہے تھے تا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری کی جائے تو ایک بدبخت انسان جو حضرت علیؓ کے لشکر کا سپاہی تھا اُس نے پیچھے سے جا کر آپ کو خنجر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے وہ اِس خیال سے کہ مجھے بہت بڑا انعام ملے گا، دَوڑتا ہوا آیا اور اُس نے کہا اے امیر المؤمنین ! آپ کو آپ کے دشمن کے مارے جانے کی خبر دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ کون دشمن ؟ اُس نے کہا۔ اے امیر المؤمنین ! میں نے طلحہؓ کو مار دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے شخص ! میں بھی تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ تُو دوزخ میں ڈالا جائے گا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا (جبکہ طلحہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور میں بھی بیٹھا ہوا تھا) کہ اے طلحہؓ! تُو ایک دفعہ حق وانصاف کی خاطر ذِلّت برداشت کرے گا اور تجھے ایک شخص مار ڈالے گا مگر خدا اُس کو جہنم میں ڈالے گا۔

اِس لڑائی میں جب حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر کی صفیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہوئیں تو حضرت طلحہؓ اپنی تائید میں دلائل بیان کرنے لگے (یہ اُس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ایک صحابی نے اُنہیں حدیث یاد دلائی اور وہ جنگ چھوڑ کر چلے گے) وہ دلائل بیان کر ہی رہے تھے کہ حضرت علیؓ کے لشکر میں سے ایک شخص نے کہا او ٹنڈے ! چپ کر۔ حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ بالکل شل تھا وہ کام نہیں کرتا تھا۔ جب اُس نے کہا۔ او ٹنڈے ! چپ کر تو حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ تم نے کہا تو یہ ہے کہ ٹنڈے چپ کر۔ مگر تمہیں پتہ بھی ہے کہ میں ٹنڈا کس طرح ہوا ہوں ؟ اُحد کی جنگ میں جب مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تو تین ہزار کافروں کے لشکر نے ہمیں گھیرے میں لے لیا اور اُنہوں نے چاروں طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اِس خیال سے کہ اگر آپؐ مارے گئے تو تمام کام ختم ہو جائے گا اُس وقت کفّار کے لشکر کے ہر سپاہی کی کمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی طرف تیر پھینکتی تھی تب میں نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے کر دیا اور کفار کے لشکر کے سارے تیر میرے

اِس ہاتھ پر پڑتے رہے یہاں تک کہ میرا ہاتھ بالکل بیکار ہو کر ٹنڈا ہو گیا مگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے سے اپنا ہاتھ نہیں ہٹایا۔

ایک اور دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ یہ قصہ سنا رہے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا۔ طلحہؓ! جب آپ کے ہاتھ پر چاروں طرف سے تیر پڑتے تھے تو درد نہیں ہوتی تھی؟ طلحہؓ نے کہا درد کیوں نہیں ہوتی تھی، ہوتی تھی مگر میں اِسے برداشت کرتا تھا۔ پھر اُس نے کہا کیا آپ کے منہ سے آہ نہیں نکلتی تھی؟ طلحہؓ نے کہا۔ آہ نکلنا تو چاہتی تھی مگر میں آہ کو نکلنے نہیں دیتا تھا تا کہیں میرا ہاتھ ہِل نہ جائے اور کوئی تیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ آ لگے۔

پس طلحہ، طلحہؓ کس طرح بنا؟ اُن تکلیفوں کی وجہ سے جو اُنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اُٹھائی تھیں۔ زبیر، زبیرؓ کس طرح بنا؟ اُن تکلیفوں کی وجہ سے جو اُنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر برداشت کی تھیں۔

حضرت عثمانؓ بن مظعون رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے، ابتدائی ایام میں وہ آپ پر ایمان لائے۔ اُن کے والد مکہ کے ایک بہت بڑے رئیس تھے۔ عثمانؓ بن مظعون کی عمر تیرہ چودہ سال کی تھی جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ایمان لانے کے بعد کفار کی طرف سے اُن پر قسم قسم کے مظالم کئے گئے اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی گئیں مگر وہ تیرہ چودہ سال کا بچہ اِن تکالیف کو بہادری کے ساتھ برداشت کرتا رہا اور تمام تکالیف کو استقلال کے ساتھ اپنی جان پر سہتا رہا اسلام سے اُس نے رُوگردانی اختیار نہ کی۔ جب ہجرت حبشہ ہوئی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن کر کہ تم حبشہ چلے جاؤ حضرت عثمانؓ بن مظعون بھی حبشہ گئے مگر پھر جلد ہی واپس آ گئے اور کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ پھر جب سختیاں اَور بڑھ گئیں تو اُنہوں نے دوبارہ یہ ارادہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کے ارشاد کے ماتحت کہیں باہر چلے جائیں۔ جب وہ مکہ سے باہر جا رہے تھے تو اُنہیں اپنے باپ کا ایک دوست ملا اور اُس نے پوچھا عثمانؓ! تم مکہ چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟ اُنہوں نے کہا مکہ کے لوگ رہنے نہیں دیتے۔ وہ رئیس اُن کے باپ کا بڑا دوست تھا جب اُس نے عثمانؓ بن مظعون سے یہ بات سنی تو اُن کے باپ کی یاد اور محبت کی وجہ سے اُس کی آنکھوں

میں آنسو آ گئے اور اُس نے کہا۔ عثمانؓ! تم جانتے ہو تمہارا باپ میرا بھائی تھا اِس لئے میری موجودگی میں تمہارا یہاں سے چلے جانا بڑی ذِلّت اور رُسوائی کی بات ہے۔ تم میرے ساتھ مکہ واپس چلو میں یہ اعلان کر دوں گا کہ تم میری پناہ میں ہو اور کوئی شخص تمہیں دُکھ نہیں دے سکے گا۔ چنانچہ وہ حضرت عثمانؓ کو اپنے ساتھ لے گیا اور جیسے عرب کا دستور تھا اُس نے خانۂ کعبہ میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ عثمانؓ میری پناہ میں ہے جو اِس کو چھیڑے گا وہ مجھے لڑائی کے لئے انگیختہ کرے گا۔ عربوں میں یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی شخص کو اپنی پناہ میں لے لیتا تھا اُس پر کوئی دوسرا شخص ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ عربوں میں عیب بھی تھے اگر عیب نہ ہوتے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیوں کرتے مگر اُن میں بعض خاص خوبیاں بھی تھیں جو اگر ہم میں پیدا ہو جائیں تو یقیناً ہمیں چار چاند لگ جائیں۔ اور اُنہیں خوبیوں میں سے ایک یہ تھی کہ جب وہ کسی کو اپنی پناہ میں لے لیتے تھے تو کوئی شخص اُسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا اور اگر پہنچاتا تو اس کے یہ معنی ہوتے تھے کہ اب دونوں میں لڑائی تک نوبت پہنچ جائے گی۔ بہرحال حضرت عثمانؓ بن مظعون کو جب اُس نے پناہ دی تو مکہ والوں کے وہ مظالم جو اُن پر جاری تھے بند ہو گئے اور وہ امن سے رہنے لگ گئے مگر ایک دفعہ جب اُنہوں نے کفار کو تبلیغ کی تو اُنہوں نے اس رئیس سے شکایت کی۔ رئیس نے اُنہیں بُلا کر سمجھایا اور اُنہیں نصیحت کی کہ وہ تبلیغ نہ کیا کریں۔ اُنہوں نے کہا میں تبلیغ سے نہیں رُک سکتا، تم اپنی پناہ بے شک واپس لے لو۔[1] چنانچہ اس نے اپنی پناہ واپس لینے کا اعلان کر دیا۔

ایک دفعہ مجلس میں لبید شاعر جو عرب کے مشہور شعراء میں سے تھے، اپنے شعر سنا رہے تھے۔ حج کے دن تھے تمام رؤساء مجلس میں بیٹھے تھے کہ اُنہوں نے شعر سناتے سناتے یہ مصرع پڑھا۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہَ بَاطِلٗ

سنو سنو! خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ عثمانؓ نے کہا یہ درست ہے۔ اِس پر لبید شاعر خفا ہوئے کہ ایک بچہ ہو کر مجھ جیسے انسان کو داد دیتا ہے مگر لوگوں نے اُن کو راضی کر لیا۔ اِس کے بعد اُنہوں نے دوسرا مصرع پڑھا جو یہ تھا۔

وَ کُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٗ

یعنی ہر نعمت ایک دن ضرور زائل ہونے والی ہے۔ جب اُنہوں نے کہا وَ کُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٗ تو حضرت عثمانؓ جوش میں آ گئے اور اُنہوں نے کہا۔ جھوٹ، جھوٹ، بالکل غلط۔ جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہیں ہوں گی۔ بھلا جو شخص ایک مصرع کو اچھا کہنے اور اُس کی تعریف کرنے پر چِڑ گیا تھا وہ مذمت کی کب تاب لاسکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لبید خاموش ہو گئے اور اُنہوں نے کہا میں آئندہ مکہ میں کوئی شعر نہیں سناؤں گا یہاں کے لوگ سخت بدتہذیب ہو گئے ہیں۔ تب غصہ اور جوش کی حالت میں ایک شخص آگے بڑھا اور اُس نے اِس زور سے عثمانؓ کے منہ پر گھونسا مارا کہ اُس کی انگلی آپ کی ایک آنکھ میں گھس گئی اور آنکھ پھوٹ گئی۔ وہ رئیس جس نے حضرت عثمانؓ کو پناہ دی تھی، وہ بھی اُس وقت وہاں موجود تھا مگر وہ اپنی قوم کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ اکیلے آدمی کی کیا طاقت ہوتی ہے کہ وہ ساری قوم کے مقابلہ میں کھڑا ہو سکے۔ مگر یہ نظارہ دیکھ کر اُس کا دل غم سے بھر گیا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ آ گیا کہ کس طرح عثمانؓ کا باپ جو مکہ کے رؤساء میں سے تھا جب شہر میں نکلتا تو لوگ اُس کا ادب اور احترام کرتے اور اُس کی راہ میں اپنی آنکھیں بچھاتے تھے مگر آج یہ حالت ہے کہ اُس کے بیٹے کو اِس بے دردی کے ساتھ پیٹا گیا ہے کہ اُس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی ہے۔ اِن تصورات کی وجہ سے ایک طرف اُس کا دل غم سے بھر گیا مگر دوسری طرف اُس کا دل خائف تھا کہ میں اپنی قوم کے خلاف کس طرح آواز بلند کروں۔ وہ اِسی کشمکش کی حالت میں عثمان کے پاس جا کر غصہ سے کہنے لگا تو نے دیکھا کہ میری پناہ سے نکلنے کا کیا انجام ہوا؟ میں نہیں کہتا تھا کہ میری پناہ میں ہی رہو! تم نے مجھے مجبور کیا اور کہا کہ میں تمہاری پناہ میں رہنے کے لئے تیار نہیں اور میں نے اپنی پناہ واپس لے لی مگر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ آج تمہاری آنکھ ضائع ہوگئی ہے۔ اگر خدانخواستہ تم میں سے کسی کی آنکھ نکل جائے یا تمہاری آنکھ پر چوٹ ہی آجائے تو تم سمجھ سکتی ہو کہ تم کتنا روؤ اور کتنا چیخو اور چلاؤ مگر عثمانؓ اِس تکلیف پر روئے نہیں، وہ چلائے نہیں، اُنہوں نے افسوس ظاہر نہیں کیا، اُنہوں نے ہمدردی کرنے والے سے یہ نہیں کہا کہ آپ کا شکریہ بلکہ عثمانؓ نے کہا تو یہ کہا کہ چچا! تم تو یہ کہتے ہو کہ تیری ایک آنکھ کیوں نکلی؟ خدا کی قسم! میری تو دوسری آنکھ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کے لئے تیار بیٹھی

ہے[۲] اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یہ وہ تکالیف تھیں جو اُنہوں نے اُٹھائیں مگر جانتے ہو ان تکالیف کا عثمانؓ کو کیا بدلا ملا؟ اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آپ کو بدلا ملا وہ تو علیحدہ چیز ہے اِس دنیا میں ہی حضرت عثمانؓ کو اِن قربانیوں کا جو بدلا ملا وہ اتنا شاندار ہے کہ آج دنیا کا بڑے سے بڑا مسلمان بادشاہ بھی یہ کہنے کے لئے تیار ہوگا کہ کاش! مجھے اور میرے سارے خاندان کو کولہو میں پیس دیا جائے مگر وہ چیز مجھے میسر آ جائے۔ وہ بدلہ یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی آخری عمر میں وفات سے دو تین سال پہلے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے ابراہیمؑ رکھا وہ آپ کی آخری عمر کا ایک ثمر تھا مگر وہ دو سال کا ہو کر فوت ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی لاش کو دفنانے کے لئے لے گئے۔ جب آپ قبر کے پاس پہنچے، جنازہ پڑھا گیا تو آپ نے بچہ کی لاش کو ہاتھ میں لیا اور قبر میں اُترے تا کہ اُسے لحد میں رکھ دیں۔ لحد میں رکھتے ہوئے آپ نے ایک فقرہ کہا جو عثمانؓ بن مظعون کی وفات کے چھ سال بعد آپ کی زبان سے نکلا۔ عثمانؓ بن مظعون شہید ہو چکے تھے وہ جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے جو ہجرت کے دوسرے سال ہوئی تھی اور یہ واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے آٹھویں سال ہوا گویا چھ سال کے قریب حضرت عثمانؓ کی وفات پر گذر چکے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقرہ اُس وقت کہا وہ ایک بہترین انعام تھا جو اِس دنیا کا کوئی انسان حاصل کر سکتا ہے۔ آپ نے ابراہیمؑ کی لاش کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ گھٹنے قبر میں ٹیکے اور اُسے لحد میں رکھتے ہوئے فرمایا۔ جاؤ اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے پاس۔[۳]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سال کے عرصہ کے بعد اپنی آخری عمر کے بیٹے کی وفات پر جس کے بعد کوئی اور اولاد ہونا ناممکن نظر آ رہا تھا اگر کوئی جذبۂ افسوس ظاہر کیا تو یہ کیا کہ آج سے چھ سال پہلے میرا بیٹا عثمانؓ شہید ہو گیا تھا۔ اب اے ابراہیم! چھ سال کے بعد تو نے مجھے پھر عثمانؓ یاد دِلا دیا۔ اگر عثمان کو ساری دنیا کی بادشاہت کے تخت پر بھی بٹھا دیا جاتا اور عثمانؓ کو خدا تعالیٰ دائمی زندگی بھی بخش دیتا اور ہمیشہ ہمیش اِس دنیا پر حکمرانی کرتا رہتا، اگر عثمانؓ کی ایک آنکھ نہیں، دونوں آنکھیں نکال دی جاتیں، اُس کے دونوں کان کاٹ دیئے جاتے، اُس

کی زبان بھی کاٹ دی جاتی، اُس کا ناک بھی کاٹ دیا جاتا، اُس کے دانت بھی نکال دیئے جاتے اور پھر عثمانؓ سے یہ کہا جاتا کہ تو یہ فقرہ چھوڑ دے ہم تجھے سب کچھ واپس دینے کو تیار ہیں تو بھی عثمانؓ اُن کی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ وہ کہتا کہ میں یہ فقرہ واپس دینے کے لئے تیار نہیں تم یہ نعمتیں بے شک اپنے پاس رکھو۔

اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ تازہ مرنے والوں میں سے ہر ایک کا صدمہ ہوتا ہے۔ ہمسائیوں کا بھی ہوتا ہے، رشتہ داروں کا بھی ہوتا ہے مگر چھ سال کا عرصہ اتنا لمبا عرصہ ہے کہ اِس میں دوست اپنے دوستوں کو اور رشتہ دار اپنے رشتہ داروں کو بھول جاتے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ عثمانؓ کی وفات کے چھ سال بعد آپ کا اکلوتا بیٹا جو آپ کی آخری عمر کا ثمرہ تھا، وفات پاتا ہے تو وہ یہ نہیں کہتے کہ ابراہیمؓ! تیری موت سے مجھے یہ دکھ ہوا ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں تو یہ کہ ابراہیمؓ نے مجھے عثمانؓ کی موت یاد دلا دی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس سے اُنہوں نے رُتبے پائے اور عزتیں حاصل کیں۔ ہماری ایک یا دو دن کی تکلیفیں اِس کے مقابلہ میں حقیقت ہی کیا رکھتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ دیر تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا، تو وہاں سے آٹا پیسنے والی ہوائی چکیاں لائی گئیں۔ جن میں باریک آٹا پیسا جانے لگا۔ جب سب سے پہلی چکی مدینہ میں لگی تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پہلا پسا ہوا باریک آٹا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق وہ باریک میدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا گیا اور اُن کی خادمہ نے اُس آٹے کے باریک باریک پھلکے تیار کئے۔ مدینہ کی عورتیں جنہوں نے پہلے کبھی ایسا آٹا نہیں دیکھا تھا، وہ ہجوم کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہو گئیں کہ آؤ ہم دیکھیں وہ آٹا کیسا ہے اور اس کی روٹی کیسے تیار ہوتی ہے؟ سارا صحن عورتوں سے بھرا ہوا تھا اور سب اِس انتظار میں تھیں کہ اُس آٹے کی روٹی تیار ہو تو وہ اُسے دیکھیں۔ تم خیال کرتی ہو گی کہ شاید وہ کوئی عجیب قسم کا آٹا ہو گا۔ وہ عجیب قسم کا آٹا نہیں تھا بلکہ اُس سے بھی ادنیٰ آٹا تھا جو تم روزانہ کھاتی ہو بلکہ اُس سے بھی ادنیٰ آٹا تھا۔ آج جو آٹا تم میں سے ایک غریب سے غریب عورت کھاتی ہے

اُس سے بھی وہ ادنیٰ تھا۔ مگر مدینہ میں جس قسم کے آٹے ہوتے تھے اُن سے وہ بہت اعلیٰ تھا۔ بہرحال آٹے کے پھلکے تیار ہوئے عورتوں نے اُن کو دیکھا اور وہ حیران رہ گئیں۔ وہ وفورِ شوق میں اپنی انگلیاں اُن پھلکوں کو لگاتیں اور بے ساختہ کہتیں، اُف کیسا نرم پھلکا ہے۔ کیا اِس سے اچھا آٹا بھی دنیا میں ہوسکتا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے پھلکے میں سے ایک لقمہ توڑا اور منہ میں ڈالا۔ وہ ساری کی ساری اِس شوق سے حضرت عائشہؓ کا منہ دیکھنے لگیں کہ اِس کے کھانے سے حضرت عائشہؓ کی عجیب حالت ہوگی، وہ خوشی کا اظہار کریں گی اور خاص قسم کی لذت اِس سے محسوس کریں گی۔ مگر حضرت عائشہؓ کے منہ میں وہ لقمہ گیا تو جس طرح کسی نے گلا بند کر دیا ہو، وہ لقمہ اُن کے منہ میں ہی پڑا رہ گیا اور اُن کی آنکھوں میں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ عورتوں نے کہا۔ بی بی! آٹا تو بڑا ہی اچھا ہے، روٹی اِتنی نرم ہے کہ اِس کی کوئی حد ہی نہیں آپ کو کیا ہو گیا کہ اسے نگل ہی نہیں سکیں اور رونے لگ گئیں؟ کیا اِس آٹے میں کوئی نقص ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ آٹے میں نقص نہیں میں مانتی ہوں کہ یہ بڑا ہی نرم پھلکا ہے اور ایسی چیز پہلے ہم نے کبھی نہیں دیکھی مگر میری آنکھوں سے اِس لئے آنسو نہیں بہے کہ اِس آٹے میں کوئی نقص ہے بلکہ مجھے وہ دن یاد آ گئے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں سے گزر رہے تھے آپ ضعیف ہو گئے تھے اور سخت غذا نہیں کھا سکتے تھے مگر اُن دنوں میں بھی ہم پتھروں سے گندم کچل کر اور اُس کی روٹیاں پکا پکا کر آپ کو دیتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ وہ جس کے طفیل ہم کو یہ نعمتیں ملیں وہ تو اِن نعمتوں سے محروم چلا گیا لیکن ہم جنہیں اُس کے طفیل سے یہ سب عزتیں مل رہی ہیں ہم وہ نعمتیں استعمال کر رہے ہیں۔ یہ کہا اور لقمہ تھوک دیا اور فرمایا۔ اُٹھا لے جاؤ یہ پھلکے میرے سامنے سے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ کر گلے میں پھندا پڑتا ہے اور میں یہ پھلکا نہیں کھا سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کی جماعتیں ہمیشہ تکلیفوں سے عزت پاتی ہیں۔ اُن کی عزت اِس میں نہیں ہوتی کہ اُن کے پاس اتنا روپیہ ہے یا اتنی دولت اور جائداد ہے بلکہ اُن کی ساری عزت اِسی بات میں ہوتی ہے کہ اُنہوں نے خدا تعالیٰ کی خاطر کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں۔ پس اپنے نفس میں دین کی خاطر تکلیفیں برداشت کرنے کی عادت ڈالو۔ تم محض چندوں سے یا منہ

کے لفظوں سے خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتیں۔ تمہیں قربانیاں کرنی پڑیں گی وہ قربانیاں جن کے مقابلہ میں تمہاری پہلی قربانیاں بالکل ہیچ ہو کر رہ جائیں۔ جب تک تم وہ قربانیاں کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گی تم کوئی بڑی عزت حاصل نہیں کر سکتیں اور تمہاری اولادیں ہمیشہ دوسروں کی غلام بن کر رہیں گی اور غلام اور مقہور اور ذلیل اولاد کا جننا کسی خوشی کا موجب نہیں بلکہ ذلت اور رُسوائی کا موجب ہوتا ہے۔ وہ عورت جو دس بچے جنتی ہے اور اُس کے دسوں بچے غلامی اور ذلّت کی زندگی بسر کرتے ہیں، وہ اپنے خاندان کو بڑا نہیں کرتی بلکہ اُسے ذلیل کرتی ہے کیونکہ اُس نے اپنے خاندان میں دس غلاموں کی زیادتی کی ہے۔ وہی عورت عزت کی مستحق ہے جو بچہ نہیں جنتی شیر جنتی ہے، جو انسان نہیں جنتی فرشتے جنتی ہے یہی وہ کام ہے جو صحابیاتؓ نے کیا۔ صحابیاتؓ کی قربانیوں کی بیسیوں مثالیں میں نے تمہیں سنائی ہیں۔ ان کے جذبات کی بلندی اور پاکیزگی اور اُن کے احساسات کی صفائی ایسی ہے کہ اگر تم اِس کو اپنے سامنے رکھو تو وہ حقیقی نمونہ اور حقیقی راہنما ہے جو تمہارے فرائض ادا کرنے میں تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ اُن کی زندگی کے بہت سے واقعات ہیں مگر میں اِس وقت تمہیں صرف ایک واقعہ سناتا ہوں۔

ایک صحابیہؓ کا بچہ جو اُس کا اکلوتا بیٹا تھا لڑائی میں مارا گیا مگر اُس نے اپنے بچے کی موت پر آنسو نہ بہائے، اُس نے اپنے بچے کی موت پر غم نہ کیا بلکہ وہ خوش رہی اور کسی قسم کے صدمے کا اُس نے اظہار نہ کیا۔ ہر قوم میں کچھ بیوقوف عورتیں بھی ہوتی ہیں، اُس کی بیوقوف ہمسائیاں اُس کے پاس آتیں اور کہتیں اے سنگدل ماں! تیرا اکلوتا بچہ مارا گیا مگر تو نے اپنے بچے کی موت پر کوئی آنسو نہیں بہایا، کیا تیری سنگدلی کی بھی کوئی انتہا ہے؟ وہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی اور اُس نے کہا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! میرا بیٹا دوزخ میں گیا ہے یا جنت میں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بیٹا یقیناً جنت میں گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہوا مارا گیا ہے اور ایمان پر اُس کا خاتمہ ہوا ہے۔ اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اُس کی وہ حالت اچھی ہے جو اگلے جہان کی ہے یا اِس دنیا میں جو اُس کی حالت تھی وہ زیادہ اچھی تھی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِس دنیا کی اگلے جہان کے مقابلہ میں نسبت ہی کیا ہے؟ اُسے اگلے جہان میں زندگی ملی ہے، خدا تعالیٰ کا قرب ملا ہے اور اُس کے انعامات اور فضلوں کا

وارث ہوا ہے۔ اُس نے کہا یَـا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! جب کسی کے بیٹے کی اچھی حالت ہوتی ہے تو وہ خوش ہوا کرتا ہے یا رویا کرتا ہے؟ میرا بیٹا اسلام کی خدمت میں مارا گیا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ اگلے جہان میں بہت بڑا انعام ملا ہے اور بہت بڑا رُتبہ حاصل ہوا ہے اِس انعام اور رُتبہ کے حاصل ہونے پر میں روؤں یا خوش ہوں؟ میری ہمسائیاں مجھے کہتی ہیں کہ تُو روتی کیوں نہیں؟ یَـا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! میں کیوں روؤں جب میرا بیٹا پہلے سے بھی زیادہ اچھی حالت میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ جو کچھ تمہارے بیٹے کو اگلے جہان میں ملا ہے اُس کے مقابلہ میں یہ دنیا اور اِس کی زندگی کوئی چیز ہی نہیں۔[۴]

حقیقت یہ ہے کہ مائیں ہی بچے بناتی ہیں اور مائیں ہی بچے بگاڑا کرتی ہیں۔ اِس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اسلام کو عزت دینے کے لئے ایک اسلامی علاقہ قائم کر دیا ہے اور مسلمان کہلانے والے اِس کے حکمران اور بادشاہ ہیں۔ یا تو ہمارے کافر حاکم تھے اور یا اب مسلمان حاکم ہیں۔ وہ خواہ کتنے بھی بگڑے ہوئے ہوں بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں۔ یہ رُتبہ اور یہ عزت جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بخشی ہے یہ ایک علامت ہے اِس بات کی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اَور بھی عزت دینے کے لئے تیار ہے۔ اگر تم لوگ اپنے فرائض ادا کرو تو یہی مسلمان کہلانے والے احمدی بن جائیں گے اور اِس طرح حقیقی اسلام کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن ہر نعمت کے لئے کچھ قربانی دینی پڑتی ہے اور ہر قربانی اپنے ساتھ کچھ جذبات کو بھی اُبھارا کرتی ہے اور کچھ جذبات کو صدمے بھی پہنچایا کرتی ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اسے بچانے کا کوئی فکر بھی نہیں ہوتا مگر جس کے پاس کچھ ہوتا ہے اُسے اپنی چیز ڈاکوؤں اور چوروں سے بچانے کے لئے اُس کی حفاظت کا بھی فکر ہوتا ہے۔ غرض دولت کی فراوانی یا حکومت اور بادشاہت اپنے ساتھ ذمہ داریاں بھی لاتی ہے۔ جب مُلک ہمارے پاس آ چکا ہے تو اِس کو بچانا ہمارا کام ہے۔ اب انگریزوں کے خون سے اِس مُلک کو بچایا نہیں جا سکتا بلکہ خود مسلمانوں کے خون سے اِس مُلک کو بچایا جائے گا۔ اِس سلسلہ میں پاکستان کو کچلنے اور اسے اِس کے ایک جائز حق سے محروم کرنے کے لئے بعض خطرات پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ اِس موقع پر میں نے بار بار جماعت احمدیہ کے افراد کو توجہ دلائی کہ وہ اُٹھیں اور مُلک کی خدمت کریں۔ یہ

پہلا قدم ہے جو ایک اسلامی علاقہ کی حفاظت کے لئے اُٹھایا گیا ہے اِس کے بعد وہ وقت بھی آئے گا جب خالص اسلام کی حفاظت کے لئے جنگیں کرنی پڑیں گی مگر جو شخص پہلا قدم اُٹھانے کے لئے تیار نہ ہو، اُس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ دوسرا قدم اُٹھانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ جماعت نے اِس موقع پر وہ بہادری نہیں دکھائی جو مومن دکھایا کرتا ہے لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم میں سے بعض عورتیں ایسی عورتیں ہیں جنہوں نے نہایت ہی اعلیٰ درجے کا نمونہ دکھایا ہے۔ اگر وہ اَن پڑھ، جاہل اور غریب عورتیں ایسا اچھا نمونہ دکھا سکتی ہیں تو آسودہ حال اور پڑھی لکھی عورتیں کیوں ایسا نمونہ نہیں دکھا سکتیں۔

ایک جگہ رنگروٹ بھرتی کرنے کے لئے ہمارے آدمی گئے۔ اُنہوں نے جلسہ کیا اور تحریک کی کہ پاکستانی فوج میں شامل ہونے کے لئے لوگ اپنے نام لکھوائیں۔ جن قوموں میں لڑائی کی عادت نہیں ہوتی اُس کے افراد ایسے موقع پر عموماً اپنا نام لکھوانے سے ہچکچاتے ہیں، چنانچہ اِس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ تحریک کی گئی کہ لوگ اپنے نام لکھوائیں مگر چاروں طرف خاموشی طاری رہی اور کوئی شخص اپنا نام لکھوانے کے لئے نہ اُٹھا۔ تب ایک بیوہ عورت جس کا ایک ہی بیٹا تھا اور جو پڑھی ہوئی بھی نہیں تھی اُس نے جب دیکھا کہ بار بار احمدی مبلّغ نے کھڑے ہو کر تحریک کی ہے کہ لوگ اپنے نام لکھوائیں مگر ہچکچانے کی وجہ سے آگے نہیں بڑھتے تو وہ عورتوں کی جگہ سے کھڑی ہوئی اور اُس نے اپنے لڑکے کو آواز دے کر کہا۔ او فلانے! تو بولتا کیوں نہیں! تو نے سنا نہیں کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے تمہیں جنگ کے لئے بُلایا جا رہا ہے۔ اِس پر وہ فوراً اُٹھا اور اُس نے اپنا نام جنگ پر جانے کے لئے پیش کر دیا۔ تب اُس کو دیکھ کر اور لوگوں کے دلوں میں بھی جوش پیدا ہوا اور اُنہوں نے بھی اپنے نام لکھوانے شروع کر دیئے۔ وہ عورت زمیندار طبقہ میں سے نہیں تھی بلکہ غیر زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتی ہے جس کے متعلق زمیندار بڑی حقارت سے یہ کہا کرتے ہیں کہ وہ لڑنا نہیں جانتے مگر اُس نے غیر زمیندار ہو کر اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور ایسی حالت میں محسوس کیا جب کہ وہ بیوہ تھی اور اُس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اور آئندہ اُسے کوئی بیٹا ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اُس نے کہا جب خدا اور اسلام کے نام پر ایک آواز اُٹھائی جا رہی ہے تو پھر میرا کوئی بیٹا رہے یا نہ رہے، مجھے اِس آواز کا جواب دینا چاہیے۔

شدید جذبات مقابل میں ویسے ہی جذبات پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ جب اُس نے یہ بات کہی تو کئی بزدل جو اپنے آپ کو پہلے بچا رہے تھے، اُنہوں نے بھی اپنے ارادوں کو پیش کرنا شروع کر دیا اور جب یہ اطلاع میرے پاس پہنچی اور خط میں میں نے یہ واقعہ پڑھا تو پیشتر اِس کے کہ میں اِس خط کو بند کرتا میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے ربّ! یہ بیوہ عورت اپنے اکلوتے بیٹے کو تیرے دین کی خدمت کے لئے یا مسلمانوں کے مُلک کی حفاظت کے لئے پیش کر رہی ہے۔ اے میرے ربّ! اِس بیوہ عورت سے زیادہ قربانی کرنا میرا فرض ہے۔ میں بھی تجھ کو تیرے جلال کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر انسانی قربانی کی ہی ضرورت ہوتو اے میرے ربّ! اِس کا بیٹا نہیں بلکہ میرا بیٹا مارا جائے۔

اِسی طرح ایک جگہ ہمارے آدمی گئے تو ایک اور عورت کہ وہ بھی زمیندار طبقہ میں سے نہیں تھی بلکہ ان لوگوں میں سے تھی جنہیں زمیندار حقارت کے ساتھ ''کمیں'' کہا کرتے ہیں اُس نے بھی اپنی قربانی کا نہایت شاندار نمونہ دکھایا۔ اُس کے دو بیٹے اور دو پوتے تھے، جب ہمارے آدمی گئے اور اُنہوں نے بتایا کہ پاکستان کی حفاظت کے لئے فوج میں بھرتی ہونا چاہیے تم بھی اپنی اولاد میں سے کسی کو پیش کرو تا کہ اسے فوج میں بھجوایا جائے تو اُس وقت باہر کھڑی کام کر رہی تھی۔ اُس نے وہیں سے کھڑے کھڑے اپنے چاروں لڑکوں اور پوتوں کو آواز دی اور ہمارے مبلّغ سے کہا یہ میرے دو لڑکے اور دو پوتے ہیں اِن چاروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ پھر اُس نے اپنے لڑکوں اور پوتوں سے کہا۔ دیکھو! میں گھر میں نہیں گھسوں گی جب تک تم یہاں سے چلے نہ جاؤ۔ جب ہمارے آدمی نے کہا کہ اِس وقت چاروں کی ضرورت نہیں بلکہ صرف ایک نوجوان چاہیے۔ تو اُس نے کہا میں تو چاروں بھجوانے کیلئے تیار ہوں۔ آخر اصرار کر کے اُس نے کہا۔ دو تو لے جاؤ۔ چنانچہ ایک کی بجائے اُس نے دو نوجوان پیش کئے اور وہ خوشی خوشی چلے گئے۔ یہ وہ روح تھی جو حقیقی روح ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ سے دنیا میں قومیں بڑھا کرتی ہیں۔

وہ دن گئے جب انگریز اِس مُلک کے حاکم تھے اُس وقت جب کوئی حملہ کرتا تو ہم انگریزوں سے کہہ سکتے تھے کہ تم جاؤ اور مقابلہ کرو کیونکہ یہ تمہارا مُلک ہے اور ہمارا نہیں مگر اب

یہ ہمارا مُلک ہے اور ہمیں ہی دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔ میں تمہیں وہ بات نہیں کہتا جو میں نے نہیں کی۔ میرے جتنے جوان بیٹے پاکستان میں ہیں اُن میں سے سوائے دو کے جو کالج میں پڑھتے ہیں (اور وہ بھی بعد میں ہو آئے ہیں) باقی سب فوجی خدمت کر آئے ہیں اور میں تو سمجھتا ہوں وہ مقاصد جو ہمارے سامنے ہیں بغیر قربانی کے حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ ہم نے تو دنیا کو فتح کرنا ہے اور دنیا کی فتح بغیر قربانی کے نہیں ہو سکتی۔ بے شک یہ فتح قلوب کی فتح ہے مگر قلوب کی فتح بھی بغیر قربانی کے نہیں ہو سکتی۔ لوگ سب سے زیادہ قلوب کی فتح پر ہی دشمن ہوا کرتے ہیں جب تم کسی کے پاس جا کر احمدیت کی تبلیغ کرتی ہو تو اُسے دولت ایمان دیتی ہو مگر وہ خوش نہیں ہوتا بلکہ تمہارا مقابلہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم بھی دولت ایمان سے محروم ہو جاؤ اور تمہیں دکھ دینا شروع کر دیتا ہے۔

پس میں تمہیں تمہارے فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ تمہارے مرد بزدلی دکھا رہے ہیں اور جب اُنہیں بُلایا جاتا ہے کہ آگے آؤ تو وہ کئی قسم کے بہانے بنانے لگ جاتے ہیں، کبھی کوئی عذر کر دیتے ہیں اور کبھی کوئی۔ وہ جتنے عذر کرتے ہیں قرآن کریم میں وہ سب کے سب منافقوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنی آئندہ نسلوں کو آزاد بناؤ۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنے خاوندوں سے کہو کہ یا تو تم دین کے لئے قربانی کرو یا آئندہ ہمارے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ تمہارے لئے تلوار پکڑ کر جہاد کرنے کا موقع تو بہت کم آتا ہے تمہارا جہاد یہی ہے کہ تم اپنے خاوند، اپنے باپ، اپنے بھائیوں اور اپنے بیٹوں سے کہو کہ اگر تم لڑائی کے لئے تیار نہیں ہو گے تو ہم تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھیں گی۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ہندہ جو ساری عمر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتی رہی تھی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گئی تھی۔ ایک لڑائی میں ہندہ کا خاوند ابوسفیان اور اُس کا بیٹا معاویہ دونوں شامل ہوئے۔ دشمن نے ایسا شدید حملہ کیا کہ مسلمان اُن کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر جنگ سے بھاگ نکلے۔ جب ہندہ نے دیکھا کہ مسلمان واپس بھاگے چلے آ رہے ہیں تو اُس نے عورتوں سے کہا دیکھو! مسلمان اِس وقت بھاگتے چلے آ رہے ہیں، آؤ ہم اِنہیں روکیں۔ یہ کہہ کر اُنہوں نے خیموں کے بانس پکڑ لئے اور اُن کے اونٹوں اور گھوڑوں کو چوبیں مار مار کر کہا

کہ تم ابھی واپس جاؤ یا یہاں بیٹھ کر ہماری جگہ کھانا پکاؤ، ہم خود دشمن سے لڑنے کے لئے چلی جائیں گی۔

ابوسفیان کا ایک مشہور تاریخی فقرہ ہے جو اس موقع پر اُس نے کہا۔ اُس نے اپنے بیٹے معاویہؓ کی طرف دیکھا اور کہا معاویہ! گھوڑوں کا رُخ پھیر دو۔ دشمن کی مار اتنی تکلیف دِہ نہیں جتنی عورتوں کی یہ باتیں ہمارے لئے تکلیف دِہ ہیں۔ چنانچہ پھر وہ واپس لوٹے اور اُنہوں نے دشمن پر فتح حاصل کی۔

پس میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تمہارے مرد اِس امتحان میں فیل ہو رہے ہیں وہ لڑائی پر جانے سے ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قربانی کرنے والے لوگ بھی پائے جاتے ہیں مگر ایک کافی تعداد اُن لوگوں کی ہے جو اِس میدان میں قدم رکھنے سے ہچکچاتے ہیں۔ تم یہ سن کر حیران ہوگی کہ لاہور شہر جس میں پانچ ہزار احمدی رہتے ہیں اس شہر میں سے باوجود توجہ دلانے کے اور باوجود اِس کے کہ میں خود اُن میں موجود تھا اور اُنہیں توجہ دلاتا رہا ایک سال میں ایک آدمی بھی فوج میں نہیں گیا۔ اِس کے مقابلہ میں میرے ایک گھر میں سے میرے سات لڑکے جا چکے ہیں۔ ایک قادیان میں بیٹھا ہے جو ہندوستانی باشندہ ہے اور شرعاً اور قانوناً حکومت ہند کا وفادار ہے۔ دو کالج میں پڑھ رہے ہیں اور باقی سب چھوٹے ہیں گویا جتنے جا سکتے تھے وہ سب کے سب جا چکے ہیں مگر لاہور کے پانچ ہزار احمدیوں میں سے ایک بھی نہیں گیا۔ یہی حال اور شہروں کا ہے مثلاً گجرات، سیالکوٹ وغیرہ۔ اِن میں سے بہت سے علاقے ہیں جو انگریز کے وقت میں پیسوں کی خاطر خوب فوجی خدمت کرتے تھے مگر اب پاکستان بننے پر وہ اِس طرح خدمت نہیں کرتے شاید اِس لئے کہ اب وہ تنخواہیں اور آرام نہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے زیادہ تر وہ لوگ قربانی کر رہے ہیں جو غیر زمیندار ہیں اور جن کے متعلق زمیندار حقارت کے ساتھ یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ لوگ لڑنا نہیں جانتے۔ لڑنا جانتے ہیں تو ہم جانتے ہیں مگر قربانی کے میدان میں وہی لوگ اپنی جانوں کو پیش کر رہے ہیں۔

دیکھو! ایک دن دنیا میں اسلام نے غالب آنا ہے یہ لوگ جو کبھی پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ روپیہ پر نوکریاں کرتے پھرتے تھے، جو جمعدار اور صوبیدار بن کر اِترائے پھرتے تھے، آج

دین کی طرف سے، خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز بلند ہو تو قربانی کرنے سے ہچکچاتے اور رُکتے ہیں یہ اور اُن کی آئندہ نسلیں اُن لوگوں کی غلام بن کر رہیں گی جنہیں آج تم حقارت کے ساتھ کمیں اور ذلیل لوگ کہتے ہو اور جن کا نام آنے پر تم ہنستے اور تکبر کے ساتھ کہتے ہو کہ ہمارے مقابلہ میں اِن کی حیثیت کیا ہے۔ آج بے شک تم اِن پر ہنس لو لیکن زمانہ یکساں نہیں رہے گا۔ اگر تم نے اپنی اصلاح کی کوشش نہ کی تو یاد رکھو یہ لوہار اور ترکھان ایک دن تمہارے افسر ہونگے، تم پر حکومت کریں گے، تمہارے بادشاہ اور حکمران ہوں گے اور سلسلہ دیکھے گا، احمدیت دیکھے گی کہ تم اِن کے غلام بنا کر رکھے جاؤ گے۔ تمہاری لڑکیاں ان کی لونڈیاں بنا کر رکھی جائیں گی اور تمہاری چوہدراہٹیں ساری کی ساری نکال کر رکھ دی جائیں گی۔ یہ لوہار اور ترکھان ایک دن بادشاہ ہونگے کیونکہ اُنہوں نے خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہا اور تم جنہیں اپنی چوہدراہٹوں پر ناز ہے، اِن کے غلام بن کر رہو گے۔ تم اِس حقیقت کو سمجھو یا نہ سمجھو لیکن میں تمہیں وقت سے بہت پہلے ہوشیار کر دیتا ہوں۔ میں اِس دنیا میں نہیں ہوں گا لیکن میری آواز دنیا میں ہوگی اور جس چیز کے ساتھ میں محبت رکھتا ہوں یعنی اسلام اور احمدیت وہ دنیا میں موجود ہوگی، اُس وقت احمدیت بادشاہ ہوگی، اسلام کی دنیا پر حکومت ہوگی اور یقیناً اگر تم نے اپنی اصلاح نہ کی تو احمدیت کی جوتیوں کی ایڑیوں کے نیچے تمہاری چوہدراہٹیں کچل کر رکھ دی جائیں گی اور جن کو تم کمیں اور ذلیل کہتے ہو یہ شہزادے ہوں گے۔ یہ بادشاہ ہونگے اور تم ذلیل اور مقہور غلاموں کی طرح اُن کے سامنے اپنی زندگی بسر کرو گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ صحابہؓ نے پوچھا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! بڑے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہی بڑے ہیں جو جاہلیت میں بڑے ہیں بشرطیکہ وہ دین کے لئے قربانیاں کریں۔[۵] میں بھی تمہاری بڑائی کو مٹانا نہیں چاہتا بشرطیکہ تم دین کے لئے قربانیاں کرو لیکن اگر تم یہ گندہ نمونہ دکھاؤ گے کہ پچاس پچاس اور سَو سَو روپیہ کافروں سے لے کر تو تم اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے لیکن خدا اور اُس کے دیئے ہوئے مُلک کی خاطر جو اُس نے مسلمانوں کو دیا ہے، قربانی نہیں کرو گے تو تم کو ذلیل کیا جائے گا، تم کو رُسوا کیا جائے گا، تمہارا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا۔ وہ جن سے تم گوبر اُٹھواتے ہو، اِن کی لڑکیوں کی ڈولیاں

تمہارے بڑے بڑے چوہدری اُٹھایا کریں گے کیونکہ احمدیت کی حکومت ہوگی اور جس کو احمدیت اونچا کرے گی وہی اونچا ہوگا دوسرا کوئی نہیں ہوگا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکہ کے رؤساء نے آپ کی بڑی بڑی مخالفتیں کیں اور آپ کو سخت دُکھ دیئے مگر غلاموں نے آپ کی اطاعت کی اور وہ آپ پر صدقِ دل سے ایمان لے آئے اور پھر ایمان لانے کے بعد اُنہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ بلالؓ جو ایک غلام تھے جب ایمان لائے تو اُن کا آقا اُنہیں رسّی سے باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ سارا دن اُسے دھوپ میں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے جن میں بڑے بڑے کھنگر پڑے ہوئے ہوتے تھے اور پھر اُسے مار مار کر کہتے کہ کہو خدا ایک نہیں تو وہ نیچے سے جواب دیتا کہ اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بلالؓ چونکہ حبشی تھے اِس لئے وہ ش نہیں بول سکتے تھے لوگ اَسْھَدُ کا لفظ سنتے تو ہنس پڑتے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم لوگ سنتے ہو کہ بلالؓ اَشْھَدُ کی جگہ اَسْھَدُ کہتا ہے اور تم اِس پر ہنستے ہو۔ مگر آسمان پر بیٹھا ہوا خدا اِس اَسْھَدُ کو اتنا پسند کرتا ہے کہ تمہارا ہزار اَشْھَدُ کہنا بھی اِس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

یہ تکالیف تھیں جو بلالؓ کو پہنچائی گئیں۔ مگر جانتے ہو جب مکہ فتح ہوا تو وہ بلالؓ حبشی غلام جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے افسر ناچا کرتے تھے اُس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عزت دی؟ اور کس طرح اس کا کفار سے انتقام لیا؟ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دے دیا اور اعلان کر دیا کہ اے مکہ کے سردارو! اگر تم اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ کر کھڑے ہو جاؤ۔[۶] گویا وہ بلالؓ جس کے سینہ پر مکہ کے بڑے بڑے سردار ناچا کرتے تھے اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو بتایا کہ آج تمہاری جانیں اگر بچ سکتی ہیں تو اس کی یہی صورت ہے کہ تم بلالؓ کی غلامی میں آ جاؤ حالانکہ بلالؓ غلام تھا اور وہ چوہدری تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ جو آدھی دنیا کے مالک بن چکے تھے ایک دفعہ حج کے لئے مکہ پہنچے۔ نماز کے بعد آپؓ کو مبارکباد دینے کے لئے بڑے بڑے رؤساء جو مکہ پر حکومت کیا کرتے تھے اور جن کے دربار میں حضرت عمرؓ کا باپ بھی ادب سے

بیٹھا کرتا تھا، آنے شروع ہوئے۔ جب وہ آئے تو حضرت عمرؓ نے اُن کو عزت اور احترام کے ساتھ بٹھایا اور اُن سے محبت اور پیار کے ساتھ باتیں شروع کیں۔ وہ سات یا آٹھ آدمی تھے۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں ایک غلام آیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی اور ابتدائی زمانہ میں آپ پر ایمان لا چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُن رؤساء سے فرمایا کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور اِن کو جگہ دو۔ وہ پیچھے ہٹ گئے اور اُس غلام کو آگے جگہ دی گئی۔ ابھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں ایک دوسرا غلام آ گیا۔ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پھر اُن سے فرمایا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور اِن کو جگہ دے دو۔ وہ بیٹھا تو اُدھر سے تیسرا غلام آ گیا۔ حضرت عمرؓ نے پھر اُن سے فرمایا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور اِن کو جگہ دو۔ اِسی طرح یکے بعد دیگرے غلام آتے چلے گئے اور حضرت عمرؓ ہر غلام کے آنے پر یہی فرماتے کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور اِن کو جگہ دو یہاں تک کہ پیچھے ہٹتے ہٹتے وہ شہر کے رئیس جوتیوں میں جا بیٹھے اور عزت کی جگہ پر سب غلام بٹھا لئے گئے۔ یہ دیکھ کر وہ لڑکے مجلس سے اُٹھ گئے اور اُنہوں نے باہر جا کر ایک دوسرے سے کہا دیکھا! آج ہمارے ساتھ کیا ہوا۔ آج ہماری وہ ذلّت کی گئی ہے کہ جس کا ہمیں وہم اور گمان تک نہ تھا۔ ہمارے زرخرید غلام جن کا کام ہماری جوتیاں صاف کرنا اور ہمارے گھروں میں پانی بھرنا تھا، اُن کو اگلی صفوں میں جگہ دی گئی اور ہمیں جوتیوں میں بٹھایا گیا۔ اُن نوجوانوں میں سے ایک زیادہ عقلمند تھا۔ اُس نے کہا۔ تمہیں پتہ ہے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا؟ یہ نتیجہ ہے ہمارے افعال کا جب خدا کے رسول نے مکہ میں دعویٰ کیا تو یہ غلام ہی تھے جنہوں نے اٰمَنَّـا وَصَدَّقْنَـا کہا اور آپ کی تائید کیلئے کھڑے ہو گئے لیکن ہمارے باپ دادا نے آپؐ کی مخالفت کی۔ پس آج جو کچھ ہوا ہے یہ اُسی قصور کی پاداش ہے جو ہمارے باپ دادا سے سرزد ہوا۔ اُنہوں نے کہا ہم مانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا سے یہ قصور ہوا مگر آخر اس کے ازالہ کا بھی کوئی طریق ہونا چاہیے اُس نے کہا چلو یہی بات حضرت عمرؓ سے پوچھیں۔

حضرت عمرؓ کے خاندان کے سپرد لوگوں کے نسب ناموں کو یاد رکھنا تھا۔ یہ کام گو ہمارے مُلک میں میراثیوں کے سپرد ہوتا ہے مگر عربوں اور دوسری آزاد قوموں میں یہ نہایت ہی معزز کام سمجھا جاتا تھا اور ہے۔ پس چونکہ حضرت عمرؓ اُسی خاندان میں سے تھے جو انساب کو جانتا تھا

اِس لئے جب وہ نوجوان حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک سوال لے کر آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے آپ لوگوں کی بات کو سمجھ لیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ کو اِس سلوک سے بہت تکلیف پہنچی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کے باپ دادا بڑی بڑی عزتوں کے مالک تھے مگر میں مجبور تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عزت دی جاتی تھی، میں اُن کو کس طرح پیچھے بٹھا سکتا تھا۔ اُنہوں نے کہا ہم اِس بات کو خوب سمجھ گئے ہیں ہمارا سوال صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ہمارے باپ دادا سے ظلم ہو چکا ہے، اِس کے ہوتے ہوئے کیا کوئی صورت ایسی بھی ہے جس سے یہ کلنک کا ٹیکہ ہمارے ماتھے سے دُور ہو سکے حضرت عمرؓ کو اِس سوال پر اُن کے باپ دادا کی شان وشوکت یاد آ گئی، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، آواز بھرا گئی زبان سے جواب دینے کی سکت نہ رہی، صرف ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا اور خاموش ہو گئے۔ مطلب یہ تھا کہ شام میں عیسائیوں سے جنگ ہو رہی ہے اگر تم اِس جنگ میں شامل ہو کر اپنی جانیں دے دو تو یہ کلنک کا ٹیکہ تمہارے ماتھے سے دور ہو جائے گا۔ اُنہوں نے یہ جواب سنا تو اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی سواریوں پر زین کسی اور اِس جنگ میں شامل ہونے کے لئے شام چلے گئے اور تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ سارے کے سارے اُسی جنگ میں مارے گئے۔ اُن میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آیا۔ [۷]

پس یاد رکھو کہ آئندہ صرف چندوں سے کام نہیں چلے گا چندے بھی چلیں گے اور جان کی قربانی بھی چلے گی اور وہی قومیں عزت پائیں گی جو اِن قربانیوں میں حصہ لیں گی۔ میں نے تم کو وقت پر ہوشیار کر دیا ہے خواہ اِس وقت تم میری بات کو سمجھو یا نہ سمجھو۔ جس وقت انسان کے پاس دولت ہوتی ہے، اُس کے دماغ میں غرور ہوتا ہے اور وہ دوسرے کی بات کو حقارت کے ساتھ ردّ کر دیتا ہے۔ مکہ والوں کے دماغ میں بھی یہی غرور تھا جس کی وجہ سے اُنہوں نے نقصان اُٹھایا۔ تم بھی کہو گے کہ ہماری حکومت دائمی ہے لیکن میں دیکھتا ہوں اور خدائی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے وہ جن کی اصلاح نہیں ہوگی وہ ذلیل کئے جائیں گے، وہ تباہ اور برباد کئے جائیں گے۔ پس جاؤ اور اپنے مردوں اور بچوں کی اصلاح کرو، جاؤ اور اُن میں قربانی کا مادہ پیدا کرو۔ اگر نہیں کرو گی تو تم اِس کا عبرتناک انجام دیکھو گی۔ اولادیں اِس لئے ہوا کرتی ہیں کہ

سُکھ کا موجب بنیں مگر ایسی اولادیں سُکھ کا موجب نہیں بلکہ ذلّت کا موجب ہوں گی، خاندان کی ترقی کا موجب نہیں بلکہ تنزل کا موجب ہوں گی۔

پس اپنی اصلاح کرو اور صحابیاتؓ کا نمونہ اپنے سامنے رکھو۔ اگر تمہارے خاوند اور بیٹے اور بھائی اور دوسرے رشتہ دار خدا تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے تو وہ ابدی زندگی پائیں گے اور اگر جی چرائیں گے تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے ذِلّت تمہارے سامنے کھڑی ہے اور وہ بہرحال تمہیں قبول کرنی پڑے گی لیکن اِس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذلّت کو دور کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ دوسروں نے وہ روحانی لذت حاصل نہیں کی جو تم نے حاصل کی ہے۔ تم نے خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ معجزات دیکھے ہیں، تم نے خدا تعالیٰ کے کئی نشانات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، تم نے خدا تعالیٰ کی آیاتِ بینات کا مشاہدہ کیا ہے اگر اِس کے بعد بھی تم نے اپنی اصلاح نہ کی اور تم نے اولادوں کو گرتے دیکھا تو یہ تمہاری قسمت۔ لیکن اگر تم اپنے خاوندوں، اپنے باپوں، اپنے بھائیوں اور اپنے بیٹوں کی اصلاح کرلو تو یقیناً تم بھی وہی ثواب پاؤ گی جو وہ پائیں گے۔ تم حفاظت مُلک کی لڑائی میں خود نہیں جاؤ گی۔ جائے گا تمہارا باپ یا تمہارا خاوند جائے گا یا تمہارا بھائی جائے گا یا تمہارا بیٹا جائے گا لیکن تمہاری تعلیم کے ماتحت جو تمہارے بیٹے بہادری دکھلائیں گے، جو تمہارے بھائی بہادری دِکھلائیں گے، جو تمہارے باپ بہادری دِکھلائیں گے، جو تمہارے خاوند بہادری دِکھلائیں گے اُن کو جو کچھ ثواب ملے گا اُتنا ہی ثواب خدا تعالیٰ کی درگاہ میں تمہاری نسبت بھی لکھا جائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ[۸] جو شخص کسی دوسرے کو نیکی کی تحریک کرتا ہے، اُسے اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا خود نیکی کرنے والے کو ملتا ہے۔ جو شخص جہاد کیلئے جاتا یا مُلک کی عزت کیلئے لڑتا ہے جو کچھ ثواب اُس کو ملتا ہے وہی اُس کو بھی ملتا ہے جو اُس کے دل میں نیک تحریک پیدا کرتا ہے۔

پس موجودہ تکلیفیں جو قادیان کو چھوڑنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں اُن کو بھول جاؤ۔ اپنے عزائم کو بلند کرو اور اپنی اولادوں میں جرأت اور بہادری پیدا کرو۔ اگر اُن میں جرأت اور بہادری پیدا کرو گی تو وہی عزت پاؤ گی جو صحابیاتؓ نے پائی اور تمہارے نام بھی قیامت تک عزت کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے۔ لیکن اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو تم اور تمہارے خاندان

ذلیل کئے جائیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت اِس کو بدل نہیں سکتی۔ خدا تعالیٰ تم کو اور ہم کو اِس عذاب سے بچائے۔ آمین

(مصباح مئی ۱۹۵۰ء صفحہ ۵ تا ۲۴)

---

۱ تا ۳ **اسد الغابة** جلد ۳ صفحہ ۳۸۵، ۳۸۶۔ مطبوعہ ریاض ۱۲۹۶ھ

۴ **ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورة المومنين**

۵ **بخاری کتاب المناقب باب المناقب**

۶ **السيرة الحلبية** جلد ۳ صفحہ ۹۳۔ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۷ **اسد الغابة** جلد ۲ صفحہ ۳۷۔ مطبوعہ ریاض ۱۲۸۵ھ

۸ **مسند احمد بن حنبل** جلد ۵ صفحہ ۴۲۷۔ مطبوعہ بیروت ۱۳۱۳ھ